استاذ احمد لطفی السیّد

۱۸۷۲ ــــ ۱۹۶۳

از جناب نذیر حسین صاحب ایم اے

استاذ احمد لطفی السید جن کا گذشتہ جون میں انتقال ہوا ہے۔ موجودہ مصر کے ممتاز انشا پرداز قومی مصلح اور ماہرِ تعلیم تھے ــــ ان کے دامنِ تربیت میں بہت سے نو آموز مصنفوں نے پرورش پائی۔ اور آگے چل کر علم و ادب کے آسمان پر آفتاب اور ماہتاب بن کر چمکے، ان میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین ــ محمد حسین ہیکل اور عباس محمود العقاد کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ جدید مصر کی تعلیمی ترقی میں ان کی کوششوں کو بڑا دخل ہے بلکہ مصر کا موجودہ تعلیمی ڈھانچہ بڑی حد تک انہی کا بنایا ہوا ہے۔ برطانوی ہائی کمشنر اور شیوخِ ازہر کی مخالفت کے باوجود جامعۂ مصریہ (اب جامعۂ قاہرہ) کا قیام ان کی زندگی کا نمایاں کارنامہ ہے۔ ادب میں وہ ایک مستقل مدرسۂ فکر کے بانی ہیں جس نے مسجع اور مقفع طرزِ بیان چھوڑ کر سادہ اور سلیس اسلوبِ بیان رائج کیا اور عربی زبان کو یورپین ادبیات اور مغرب کے اجتماعی اور سیاسی افکار سے روشناس کرایا۔

احمد لطفی السید نے ۱۸۷۲ء میں برقین کے قصبہ میں جنم لیا، ان کے والد السید پاشا تھے جن کا قصبہ کے متمول اور بارسوخ لوگوں میں شمار تھا، زمانہ کے رواج کے مطابق چار سال کی عمر میں انہیں مکتب میں بٹھایا گیا، اس مکتب کی نگران ایک دین دار خاتون سیدہ فاطمہ تھیں، لطفی السید نے ابتدائی تعلیم اسی خاتون سے حاصل کی، اور گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا، ثانوی تعلیم کے اختتام پر اعلیٰ تعلیم کے لئے انہیں قاہرہ آنا پڑا، جہاں وہ لا کالج میں داخل ہو گئے۔ کالج میں ان کا شمار ذہین طلبا میں تھا، کالج کے سٹاف میں مفتی ناصیف اور حسونۃ النوادی مشہور ادیب اور فقیہ شامل تھے۔

ان بزرگوں کے فیضِ صحبت سے ان کا ادبی اور قانونی ذوق اور گہرا ہو گیا، سالانہ امتحان میں عربی ادب کے ممتحن شیخ محمد عبدہ تھے ان کو لطفی السید کی مضمون نگاری بڑی پسند آئی اور انھوں نے دل کھول کر ہونہار شاگرد کو مبارک باد دی۔

تعلیم کے زمانہ میں وہ المؤید میں بھی لکھتے رہے اس اثناء میں استنبول کا سفر پیش آیا وہاں اُن کی ملاقات سید جمال الدین افغانی اور مفتی محمد عبدہ سے ہوئی، یہ ملاقات جلد ہی عقیدت اور محبت میں بدل گئی اور وہ عمر بھر ان بزرگوں کے خیالات کے حامی اور داعی رہے۔ کالج سے فارغ ہونے کے بعد وہ سوئزرلینڈ بھی گئے وہاں سعد زغلول اور قاسم امین سے ملے، قاسم امین اسوقت تحریرالمرأۃ (عورت کی آزادی) لکھنے میں مصروف تھے، سوئزرلینڈ سے واپس آکر انھوں نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی لیکن حاکمِ اعلیٰ سے بن نہ آئی اور استعفیٰ دینا پڑا، ۱۹۰۷ء میں انھوں نے الجریدہ کے نام سے ایک اخبار نکالا ساتھ ہی ایک سیاسی جماعت کی بھی تشکیل کی جس میں اس وقت کے بہت سے رہنما مثلاً شیخ محمد عبدہ۔ قاسم امین۔ فتحی زغلول اور عبدالعزیز فہمی وغیرہ شامل تھے، یہ لوگ شیخ محمد عبدہ کے حلقۂ ارادت کے عقیدت کیش تھے اور ان کے اصلاحی خیالات سے سرشار، سیاست میں یہ بزرگ اعتدال پسند تھے اور ملکی آزادی کے لئے تعلیم کی اشاعت ضروری خیال کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ تعلیم کے فروغ سے سیاسی بیداری پیدا ہو گی جس کا نتیجہ ملکی آزادی میں ظاہر ہو گا لیکن ازھر کے شیوخ جدید تعلیم کے نام سے گھبراتے تھے۔ سارے مصر میں جدید علوم و فنون کی تعلیم کے لئے کوئی یونیورسٹی بھی موجود نہ تھی، برطانوی ہائی کمشنر کو بھی یونیورسٹی کے قیام کی اجازت دینے میں تامل تھا ان مایوس کن حالات میں لطفی السید نے ہمت نہ ہاری بلکہ یونیورسٹی کے اجراء کے لئے قوم کے نام چندہ کی اپیل کر دی، مصری قوم نے اس اپیل کا خاطر خواہ جواب دیا۔ شاہی خاندان کی ایک نیک دل خاتون نے اپنے سارے زیورات اور جواہرات چندہ میں دے دیئے اس طرح حکومت اور مذہبی طبقہ کی مخالفت کے باوجود ۱۹۰۸ء میں جامعہ مصریہ کا قیام عمل میں آگیا اس دوران میں وہ اپنے اخبار میں سیاسی، اخلاقی، اجتماعی اور تعلیمی موضوعات پر مضامین لکھتے رہے۔ پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی تو انگریزوں نے مصر پر فوجی قبضہ کر لیا۔ اور وعدہ کیا کہ جنگ کے اختتام پر مصر کو کامل آزادی دیدی جائے گی۔ ۱۹۱۵ء میں الجریدہ کی اشاعت حکماً بند کر دی گئی۔ جنگ ختم ہوئی تو حکومتِ برطانیہ اپنے وعدہ سے پھر گئی اس سے ملک میں بے چینی اور شورش پیدا ہوئی اس وقت مصریوں کی امیدوں کا مرکز وفد پارٹی اور اس کے قائد سعد زغلول تھے، احمد لطفی السید نے بھی سعد زغلول کے دوش بدوش

سیاسی میدان میں کام کیا جب وفد پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی تو سیاست سے علیحدہ ہو گئے۔ اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے اور ارسطو کی کتاب کتاب الاخلاق کا عربی میں ترجمہ کیا۔

ملکی آزادی کے بعد جب حکومتِ مصر نے جامعۂ مصریہ کا انتظام و انصرام خود سنبھال لیا تو احمد لطفی السید اس کے چانسلر مقرر کئے گئے، ان کے دورِ نظامت میں لڑکیوں کو بھی یونیورسٹی میں داخلہ کی اجازت مل گئی، اس سے قبل یونیورسٹی کے دروازے صرف لڑکوں کے لئے کھلے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں وہ یونیورسٹی چھوڑ کر وزارتِ تعلیم و تربیت کے مختلف شعبوں میں کام کرتے رہے لیکن سرکاری فرائض کی انجام دہی کے ساتھ لکھنے پڑھنے کا شغل ان سے ترک نہ ہو سکا، اس دوران میں انھوں نے ارسطو کی کتاب الطبیعۃ اور السیاست کا ترجمہ شائع کیا۔ ۱۹۵۰ء میں وہ مجمع اللغوی کے صدر مقرر کئے گئے، ۱۹۵۹ء میں ان کی تعلیمی اور ادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں سرکاری انعام و اکرام سے سرفراز کیا گیا مجمع اللغوی کے صدر کی حیثیت سے ان کا عظیم الشان کارنامہ قرآن پاک کے الفاظ کی لغت کی ترتیب اور اس کی اشاعت ہے، اس لغت کے کچھ حصے شائع ہو چکے ہیں اور باقی آئندہ شائع ہوں گے۔

الجریدہ کے مقالات | لطفی نے اعتمادِ نفس اپنے باپ سے ورثہ میں پایا تھا، وہ خود حد درجہ خلیق اور سلیم الطبع انسان تھے، قدیم تعلیم کے ساتھ انھوں نے فرانسیسی علوم و معارف بھی حاصل کئے تھے، اس طرح وہ قدیم و جدید ثقافتوں کا سنگم بن گئے تھے سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ کی ہم نشینی نے انہیں قوم و ملت کا درد عطا کیا تھا، انھوں نے سیاست میں بھی عملاً حصہ لیا تھا لیکن ان مصطفیٰ کامل کے انتہا پسندانہ خیالات سے کبھی اتفاق نہ ہو سکا۔ مصطفیٰ کامل کبھی تو سلطان ترکی کے زیرِ سایہ جامعۂ اسلامیہ قائم کرتے تھے اور کبھی فرانس کی مدد سے انگریزوں کو مصر سے باہر نکالنے کے منصوبے باندھتے تھے لطفی السید کو یہ فکری انتشار پسند نہ تھا، وہ دھیرے دھیرے مصریوں کو ان کے حقوق و واجبات سے آگاہ کر کے آزادی کی منزل پر گامزن کرنا چاہتے تھے، اس کیلئے وہ نظامِ تعلیم و تربیت کی اصلاح ضروری خیال کرتے تھے، ان کی کوششوں سے جامعۂ مصریہ کا قیام عمل میں آیا، ان کو صنفِ نازک کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال تھا، ان کے نزدیک کوئی قوم لڑکیوں کو ان پڑھ رکھ کر ترقی نہیں کر سکتی۔ اپنے افکار اور عزائم کی ترجمانی کے لئے انھوں نے الجریدہ میں المعلم کے نام سے زوردار مقالات لکھے، الجریدہ کا عربی صحافت میں وہی درجہ ہے جو اردو میں سرسید احمد خاں کے تہذیب الاخلاق کا، وہ اپنے خیالات اور عزائم میں سرسید احمد اور ان کے رفقاء کرام کے مماثل ہیں، ان مقالات میں وہ کبھی تو انقلابِ فرانس کا کھوج لگاتے اور کبھی

روسو۔ سٹورٹ مل۔ ٹالسٹائی اور مونٹسکیو کے افکار و خیالات سے عربی دنیا کو روشناس کرتے تھے۔ ان سے پہلے عربی صحافت کا مقالہ افتتاحیہ (لیڈنگ آرٹیکل) چند پریشان خیالات کا مجموعہ ہوتا تھا، احمد لطفی السید نے سیاسی مقالہ کو وزن۔ سنجیدگی اور وقار عطا کیا۔ ان کے مقالات زیادہ تر اصلاحی خیالات کے حامل ہوتے تھے ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"قوم کی اجتماعی زندگی میں آزادی اتنی ضروری ہے جتنی افرادی زندگی میں روٹی کی۔ غلامی ایسا مرض ہے جس کا جلد علاج کرنا چاہئے بلکہ یہ ایک ایسا عار ہے جس کا مٹا دینا ضروری ہے، آزادی تو ہر قوم کا فطری حق ہے اس کے حصول میں کسی قسم کی مُسامحت یا سستی گوارا نہیں کی جاسکتی، نہ اسکے کسی جزیا حصہ پر قناعت کی جاسکتی ہے، نہ اس کو چھوڑ کر کسی متبادل چیز پر سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ بقول علمائے سیاست اگر میں یہ کہہ دوں کہ قوم کو اپنی تمام قوتیں آزادی کے حصول پر صرف کردینی چاہئے تو یہ کوئی جرم نہ ہوگا۔"

دوسری جگہ الحریت کے عنوان کے تحت یوں لکھتے ہیں :۔

"اگر ہم روٹی کھاکر اور پانی پی کر زندہ رہ سکتے تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن ہماری حقیقی غذا جس سے ہم زندہ ہیں اور جس کی وجہ سے زندگی سے محبت رکھتے ہیں وہ بھوکے پیٹوں کا دوزخ نہیں بھرنا بلکہ وہ پانی اور روٹی کی طرح فطری غذا ہے، اس کی قیمت ہمیشہ گراں اور اس کا حصول ہمیشہ مشکل رہا ہے، اس کے علاوہ ہمیں دلوں اور دماغوں کو مطمئن کرنا ہے، لیکن ہمارے دل اور دماغ آزادی کے بغیر چین نہیں پاسکتے جب ہم آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں تو کسی بڑی شے کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ زندہ رہنے کے لئے ضروری غذا کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ زندگی کا قوام آزادی سے بنتا ہے۔ اور آزادی کے بغیر زندگی بے معنی چیز ہے۔"

ان کے مقالات کے دو مجموعے مختارات اور تاملات کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، ہر مقالہ میں گہرے خوض و فکر کے ساتھ تمدنی۔ معاشرتی اور تعلیمی اصلاح کی دعوت دی گئی ہے ان کے اسلوب بیان کا نمایاں وصف سلاست زبان ہے۔ می زیادہ بیسویں صدی کے اوائل کی رئیس اور ادب پرور خاتون تھیں۔ ان کا ایوان کلو

علماء اور ادباء کا مرجع تھا۔ لطفی السیّد نے ان کے نام جو خطوط لکھے تھے اور بعد میں الہلال میں چھپے ہیں خاصہ کی چیز ہیں اور ان کی رنگین بیانی کا پتہ دیتے ہیں، اپنے مطالب کو واضح کرنے کے لئے وہ کبھی کبھی منطقی اور قانونی دلائل کا بھی سہارا لیتے ہیں لیکن اس کے باوجود عبارت میں تعقید نام کو بھی پیدا نہیں ہوتی، وہ سیدھی سادی باتیں صاف زبان میں کہہ جاتے ہیں، وہ سقراط کی تصانیف سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں کیونکہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ یونانی کتابوں کے تراجم اور ان کی اشاعت سے ظہور پذیر ہوئی تھی۔ یورپ کے علوم و فنون کی عمارت یونانی علوم و معارف کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ عہدِ عباسیہ اور مابعد کے اسلامی علوم پر یونانی فکر و نظر کی گہری چھاپ ہے لہٰذا ان کے خیال میں ارسطو کی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے، اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انھوں نے ارسطو کی تصانیف کتاب الطبیعۃ۔ کتاب الاخلاق اور کتاب السیاسۃ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ایک مضمون میں انھوں نے صحیح بخاری سے گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے اور اپنے بعض عقائد کی اصلاح میں اس کو بہترین رہنما قرار دیا ہے، جو تمام تر ان کے استاذ حسونۃ النوادی کے فیضِ تعلیم کا نتیجہ ہے، ان کے مکتبِ فکر کے سربرآوردہ ممبر ڈاکٹر طٰہٰ حسین ہیں جو خود ادب میں ایک مستقل مدرسۂ فکر کے بانی ہیں اور جو احمد لطفی السیّد کے خطوط اور قواعد پر عالمِ عرب کی خدمت کر رہے ہیں۔

ترجمان السنّہ ★
(تین جلدوں میں)

مؤلفہ
حضرت مولٰنا سیّد محمد بدر عالم صاحب

احادیثِ نبوی کا شاندار ذخیرہ اردو زبان میں، نئے عنوانوں اور نئی ترتیب کے ساتھ، ترجمہ کے ساتھ متعلقہ مباحث و مسائل کی دل پذیر تشریح و تفسیر بھی کی گئی ہے، شروع میں ایک مبسوط مقدمہ میں ارشاداتِ نبوی کی اہمیت، احادیث کے درجۂ استناد و اعتبار، تدوینِ حدیث کی تاریخ اور دیگر اہم عنوانات پر تفصیلی بحث اور بہت سے ائمہ حدیث اور فقہاء کے ضروری حالات،

بڑی تقطیع ص ۵۹۲ ــــ ۵۱۲ ــــ ۵۶۰

قیمت:- ۱۲/- مجلد ۱۴/- جلد دوم ۱۰/- مجلد ۱۲/- جلد سوم ۱۰/۵۰ مجلد ۱۲/۵۰

ملنے کا پتہ:- مکتبۂ برہان ــــ اردو بازار ــــ جامع مسجد دہلی ۶